سید احمد الدین گانگویؒ کی فقہی تعبیرات: تحقیقی مطالعہ

Syed Ahmad ud Deen gangwi's juristic interpretations: analytical study

عطاء المصطفیٰ[*]

ڈاکٹر محمد نعیم انور[**]

ABSTRACT:

Syed Ahmad uddin Gangvi was born in the village of Gangi (Mianwali).He was indeed a great scholar and a mystic of his time. He remained affiliated with Fiqh and its teachings effectively for a long period of 85 years. Being a scholar of such a status and magnitude Syed Ahmad served as the Great Mufti (Al Mufti al Azam) at Sial Shareef. He Authored books in Arabic, Persian, Urdu, Punjabi and Saraiki with equal skill and wisdom. Most of his works is available in manuscripts. All of his books reflect his scholarly wisdom and intellect and indicate his great achievements. Syed Ahmad uddin ranks as one of the greatest Jurists of Islamic civilization. During his lifetime he was acknowledged by the people as a jurist of the highest caliber. Outside of his scholarly achievements, he is popularly known amongst Muslims as a man of the highest personal qualities.

Keywords: Scholar, Mystic, Manuscripts, Jurists, Islamic Civilization.

سولھویں صدی عیسوی کے نصف اول میں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (م 561ھ) کے اخلاف میں سے ایک بزرگ شیخ سید جلال الدین بغدادی سندھ اور ملتان سے آتے ہوئے کچھی کے علاقے (قدیم میانوالی) تشریف لائے۔ شیخ کا قصد تبلیغ دین اور اشاعت اسلام تھا۔ شیخ کچھ عرصہ رہ کر تبلیغ دین کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ تکمیل مقصد کیلئے شیخ اپنے فرزندان کو یہاں بسا کر خود واپس بغداد چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔ شیخ جلال الدین کے بڑے فرزند حضرت میاں علی احمد تھے، میانوالی کی بستی انہی کے نام سے آباد ہوئی۔ حضرت میاں علی کے چار بیٹے ہوئے۔ سلطان زکریا، شاہ محمد اسحاق، محمد ابراہیم، محمد سلیمان۔ ماسوائے محمد سلیمان کے تینوں بیٹوں کی اولاد موجود ہے۔ بقول سید نصیر شاہ، میاں علی احمد کے فرزندان میں سے سلطان زکریا کی اولاد سیاست وحکومت میں اپنا کردار ادا کرتی رہی اور شاہ محمد اسحاق کی اولاد سلطنت علم وادب کی وارث رہی[1]۔ سید احمد الدین گانگوی کا تعلق میانوالی کے سادات جیلانی کی شاخ اسحاقی سے تھا۔ حضرت شاہ محمد اسحاق تک اس سلسلہ کے چند نامور علماء کے نام حسب ذیل ہیں:

حضرت شاہ محمد اسحاق:

بقول سید نصیر شاہ، شاہ محمد اسحاق نے اپنے بڑے بھائی سلطان زکریا کے برعکس حکومت میں عمل دخل کی بجائے دینی علوم کی طرف توجہ کی اور بلند پایہ علمی مقام حاصل کیا۔ کچہ کا علاقہ ان کی جولاں گاہ تھا۔ عیسیٰ خیل کیساتھ ساتھ شیخانوالہ اور سلواں کے ساتھ گانگی ان کے

[*]Ph.D Research Scholar, Department of Arbic and Islamic Studies, GC University, Lahore.
Email: attaulmustafa4592@gmail.com

[**]Assistant Professor, Department of Arbic and Islamic Studies, GC University, Lahore.

دو مستقل ٹھکانے تھے۔ گائے بھینس پالتے تھے اور اپنی زمینیں کاشت کر کے روزی پیدا کرتے تھے۔ طالب علموں کا ہجوم ساتھ رہتا ان کے جانور اور ان کی زمین ان کے خاندان اور ان کے شاگردوں کی مشترکہ ملکیت تھی شاگرد بھی انکے ساتھ کام کراتے اور مطمئن زندگی گزارتے۔ کبھی کسی امیر کے گھر جاکر کچھ نہیں مانگا۔ تذکرہ علماء سندھ کے مطابق:"مولانا نور الحق گشکوری، مولانا عبد الرحمن سندھی اور مولانا عبد اللطیف سانگھڑی، کچھی کے علاقہ کے مولوی محمد اسحاق شاہ کے شاگرد تھے۔ ان میں سے مولانا عبد الرحمن سندھی نے قرآن حکیم اور موطا امام مالک کا سندھی میں ترجمہ کیا تھا۔ جس کا قلمی نسخہ عبد الواحد سندھی نے دیکھا تھا"[2]۔ اس طرح دور دراز سے طلبہ ان کے پاس آتے اور فیض یاب ہوتے تھے۔ گزیٹئیر آف دی بنوں ڈیرہ اسماعیل خان اور اذکار الفاضلین کے مطابق شاہ محمد اسحاق کو حصول علم ہی کی لگن تھی۔ سیاست سے لاتعلق تھے۔ حضرت علیؓ کا یہ قطعہ ان کے ورد زبان رہتا:

رضينا قسمة الجبار فينا ... لنا علمٌ وللجهال مال

فإن المال يفنى عن قريب ... وإن العلم ليس له زوال[3]

ترجمہ: ہم خدائے جبار کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم اور جاہلوں کو مال دے دیا مال عنقریب فنا ہونے والا ہے لیکن علم باقی رہنے والا اور لازوال ہے۔

پھر ان کی وصیت یہ تھی کہ ان کی اولاد میں ہر مرنے والا باپ اپنی اولاد کے لئے اپنے ہاتھ سے یہ قطعہ لکھ کر چھوڑ جائے اس طرح سالہا سال تک یہ روایت چلتی رہی۔[4]

مولانا سید محمد عثمان شاہ:

آپ شاہ محمد اسحاق کے فرزند اکبر ہیں۔ اذکار الفاضلین (ص 71) کے مصنف نے انہیں مفسر کچھی کے نام سے یاد کیا ہے اس لقب سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے شاید قرآن حکیم کی کوئی تفسیر لکھی تھی جو دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکی۔

مولانا سید عبد الواحد گانگوی:

آپ سید محمد عثمان شاہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ خود بھی عالم تھے اور آپ کے تینوں بیٹے (مولانا بہاؤالدین، مولانا محمد حسن، مولانا خیر محمد) بھی بڑے فاضل تھے۔ ان میں مولانا محمد حسن بہت بڑے فاضل تھے اذکار الفاضلین میں ان کی ایک کتاب "پارسی آموز" کی نشاندہی کی گی ہے جو "نصاب ضروری" کی طرز پر لکھی گئی تھی بلکہ نصاب ضروری کی پیش رو تھی۔

مولانا بہاؤالدین گانگوی:

مولانا عبد الواحد کے بڑے بیٹے مولانا بہاؤ الدین بھی اچھے عالم دین اور درویش صفت بزرگ تھے۔ ان کے دو بیٹے نامور ہوئے مولانا غلام علی اور مولانا اشرف علی۔[5]

مولانا سید غلام علی گانگوی (م1866ھ)

مولانا سید غلام علی مدرسہ گانگی کے صدر مدرس تھے اور آپ کے فرزند فاضل یگانہ سید احمد الدین گانگوی برصغیر پاک وہند میں

معروف ہوئے اور مولانا گانگوی کے عرف سے مشہور ہوئے۔

مولانا سید مقصود علی گانگوی:

آپ مولانا اشرف علی کے بیٹے اور سید احمد الدین گانگوی کے چچازاد تھے۔ بڑے عالم اور درویش منش انسان تھے۔

مولانا سید امیر علی گانگوی (م1966ء)

آپ سید مقصود علی شاہ کے بیٹے اور معروف محقق سید نصیر شاہ مرحوم کے والد ہیں۔ آپ کافی عرصہ تک مدرسہ گانگوی میں مدرس رہے۔ اکثر کتابیں سید احمد الدین گانگوی سے پڑھیں۔ آپ کی کتاب تحفہ لاریب فی تقاسیم علم غیب پر برصغیر کے نامور علماء نے تقاریظ لکھیں۔ دیگر کئی تصانیف ان کی یادگار ہیں طب و حکمت میں بھی یگانہ روزگار تھے سرائیکی کے بہت بڑے شاعر تھے ان کی تصانیف دینی اور طبی موضوعات پر ہیں۔ منظوم مجموعے بھی ان کی یادگاریں ہیں۔[6]

سید احمد الدین گانگوی کی جائے ولادت:

آپ 1843ء بمقام گانگی شریف جو کہ میانوالی شہر سے جانب غرب چھ میل کے فاصلہ پر واقع ہے، پیدا ہوئے۔[7]

گانگوی کا لفظ گانگی کی مناسبت سے بولا جاتا ہے۔ گانگی ایک گاؤں کا نام تھا، سید نصیر شاہ اپنی کتاب "مہتاب رتوں میں آوارگی" میں لکھتے ہیں کہ یہ گاؤں دریائے سندھ کے پاٹ میں واقع تھا۔ دریائے سندھ کے اتار چڑھاؤ کے دنوں میں بہت سے گاؤں اور قصبے سیلاب کی وجہ سے جزیروں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لوگ اس وقت تو وہاں سے چلے جاتے مگر جب سیلاب اترتا تو واپس لوٹ آتے۔ میانوالی سے گانگی جاتے ہوئے دو واہیا عبور کرنے پڑتے تھے (واہیا سے مراد وہ علاقہ ہے جو دریا کی گزر گاہ ہوتا ہے) پہلے واہیا کا نام لونی والا واہیا تھا جبکہ دوسرے واہیا کا نام گانگی والا واہیا رکھ دیا گیا۔ گانگی کا پہلا نام کانگی بتایا گیا ہے جو لفظ "کانگ" کی مناسبت سے بنا[8]۔ سید نصیر شاہ اس گاؤں کی اولین آبادکاری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "دریا جب چڑھاؤ پر آکر حدود نظر تک پھیل جاتا اور سندھ ساگر ہو جاتا تو مقامی بولی میں کہتے "کانگ" چڑھی ہوئی ہے۔ کہتے ہیں 1865ء میں ایسی ہی ایک کانگ چڑھی ہوئی تھی۔ ادھر ادھر سے بے گھر ہونے والے لوگوں کی آٹھ دس بڑی کشتیاں بے بسی میں بہتی ہوئی ایک بڑے ٹیلے یا چھوٹے جزیرے پر آرکی تھیں۔ کانگ تین چار مہینے چڑھی رہی تو یہ لوگ یہیں جھونپڑیاں بنا کر بس گئے۔ اس طرح ایک گاؤں آباد ہو گیا اور کانگ کی نسبت سے اس کا نام "کانگی" پڑ گیا جو بعد میں بگڑ کر گانگی ہو گیا"۔[9]

سید احمد الدین گانگوی کے اساتذہ:

سید احمد الدین گانگوی نے جن افاضل سے اکتساب فیض کیا ان میں سے بعض کے اسماء گرامی و تفصیل حسب ذیل ہیں:

شیخ سید غلام علی (م1866ء): ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے مدرسہ گانگی میں حاصل کی۔ مولانا محمد علی قریشی: آپ کے والد نے کثرت اشغال اور علالت طبع کی وجہ سے مزید تعلیم کیلئے مولانا علی محمد قریشی کے پاس مدرسہ سیلواں بھیج دیا، قدیم میانوالی (کچھی) میں مدرسہ سیلواں کو فارسی علوم کیلئے مرکزیت حاصل تھی[10]۔ مولانا غلام رسول، مظفر گڑھ: صرف و نحو کی کتب شجرہ مضافات مظفر گڑھ میں مولانا غلام رسول سے پڑھیں[11]۔ مولانا عبد الرحمن ملتانی: آپ سے فقہ، اصول اور منطق کی کتب ملتان میں پڑھیں۔ علامہ الٰہی بخش عمرپوری: ازاں بعد

جمیع علوم وفنون معہ حدیث شریف عمر پور میں علامہ الٰہی بخش سے پڑھیں، علامہ الٰہی بخش عمر پوری نے سید گانگوی کی کتاب البرق السانیہ پر تقریظ بھی لکھی، سید گانگوی نے استاذ الکل کے لقب سے ان کا ذکر کیا ہے[12]۔ شیخ الاسلام عبد الحلیم فرنگی محلی(1285ھ): سید گانگوی نے چند سال فرنگی محل (لکھنو) اور دہلی میں رہ کر افاضل سے اکتساب فیض کیااور فرنگی محل میں شیخ الاسلام عبد الحلیم فرنگی محلی سے بھی کسب فیض کیا۔ دہلی، لکھنو اور عمر پور سے سندات فراغت حاصل کیں۔

درس وتدریس :

علوم دینیہ سے فراغت کے بعد وطن واپس آئے تو والد ماجد نے آپکو اپنی مسند علم وروحانیت پر بٹھادیا اور دارالعلوم گانگوی کے جملہ امور آپ کے سپرد فرمادیئے، والد ماجد ایک ہفتہ بعد اپنے خالق حقیقی سے جاملے[13]۔ سید گانگوی کم وبیش 85 سال تک، درس وتدریس خطابت، فتوی نویسی، جیسی خدمات دینیہ میں مصروف رہے۔ آپ نے تین مقامات پر تدریس کے فرائض سرانجام دیئے۔

1: مدرسہ گانگی، گانگی شریف، 2: جامعہ شمس العلوم، میانوالی، 3: مدرسہ اسلامیہ ضیاء شمس الاسلام۔ 1867ء سے 1909ء تک مولانا گانگوی دار الافتاء گانگی شریف سے منسلک رہے۔ یہ درس گاہ آپ کے آباؤ اجداد کی تعمیر کردہ تھی۔ قیام گانگی کے دور میں کثیر طلبا کو تعلیم دی۔ کابل اور قندھار تک سے طالبان علم کھچ کھچ آپ کی خدمت میں آتے رہے۔ 1903ء کی ایک قلمی یاداشت کے مطابق یہاں مقیم طلباء کی تعداد تین سو سے زائد تھی۔ 1909ء میں مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی(م 1929ء) نے مدرسہ اسلامیہ کی تاسیس جدید کی تو مولانا گانگوی کو مفتی اعظم مقرر کیا۔ سید گانگوی 40 سال سے زائد عرصہ تک سیال شریف کے مفتی اعظم کے منصب پر فائز رہے۔ آپ ایک چلتا پھرتا مدرسہ تھے، کچھ دن گانگی قیام کرتے اور کچھ دن سیال شریف، یوں طلباء بھی آپ کے ہمرکاب سفر میں رہتے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے آپکو والہانہ عقیدت تھی اور یہی سبب ہے کہ 1909ء سے 1929ء تک کے بیس سالہ عرصہ میں آپ نے اکثر حصہ سیال شریف بسر کیا۔ سفر وحضر میں مجاہد اعظم کے ہمراہ رہے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی نے پنجاب میں امارت شرعیہ قائم کی تو آپ کو قاضی القضاۃ مقرر کردیا آپ نے نہایت محنت اور کامیابی سے اس منصب جلیلہ کو نبھایا۔ حاجی مرید احمد چشتی آپ کے علم وفضل کا تذکرہ کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں: "آپ حدیث وفقہ میں امتیازی مقام کے مالک تھے مخالفین بھی آپکے علم وفضل کے معترف اور قائل تھے۔ آپ کی تحقیقات پاک وہند کے تمام علماء میں مشہور اور مسلمہ تھیں۔ ہندوستان تک سے لوگ فتویٰ طلب کرتے تھے معاصر علماء آپ کا انتہائی احترام کرتے تھے۔ علماء وقت کا اگر کسی فقہی مسئلہ میں اختلاف ہو جاتا تو محاکمہ کیلئے اکثر علماء آپ کی طرف رجوع کرتے آپ علمی تحقیق سے جب مسائل کا حل فرماتے تو فریقین علماء مطمئن ہو جاتے چنانچہ آپ جہاں کہیں بھی علماء ومشائخ کے اجتماع میں تشریف لے جاتے تو سناٹا چھا جاتا"۔[14]

سید احمد الدین گانگوی کی کتب پر تقاریظ لکھنے والے علماء کرام:

سید گانگوی کے نودریافت مخطوطات پر برصغیر پاک وہند کے اکابر علماء کی تقاریظ موجود ہیں جن کے مطالعہ سے سید گانگوی کی بھرپور علمی شخصیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ آپ کی کتب پر تقاریظ لکھنے والے چند معروف علماء کے اسماء حسب ذیل ہیں: مولانا احمد حسن کانپوری(م 1332ھ)، شیخ الاسلام عبدالحیٔ فرنگی محلی(م 1285ھ)، مولانا غلام دستگیر قصوری(م 1315ھ) مولانا لطف اللہ علی گڑھی

(م1906ء)، مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی(م 1929ء)، مولانا سید انور شاہ کاشمیری(م 1934ء)، شیخ خواجہ قمر الدین سیالوی(م 1401ھ)، مولانا محمد غازی خان(م1939ء)، علامہ الٰہی بخش عمر پوری، پیر سید جماعت علی شاہ(م1939ء)، مولانا غلام محمود پپلانوی (م1948ء)، شیخ الہند مولانا معین الدین اجمیری، مولانا عبدالرسول نائم شاہ پور، مولانا غلام محمد سر سی، مولانا میاں نور احمد، مولانا اکبر علی چشتی(م1956ء)، سید فخر الزمان شاہ، کوٹ چاندنہ (م1952ء)، مولانا نور محمد ہاشمی(م1968ء)۔

نقد و تعاقب:

سید احمد الدین گانگوی نے جن معاصر علماء کی تحریرات پر نقد کیا ہے اور آراء کا تعاقب کیا ان میں سے بعض معروف علماء کے اسماء گرامی حسب ذیل ہیں: مولانا نذیر حسین دہلوی(م1902ء)، مولانا عین القضاۃ حیدر آبادی(م1925ء)، مولانا رشید احمد گنگوہی(م1905ء)، سر سید احمد خان (م 1898ء)، مولانا حسین علی واں بھچروی(م1943ء)، مولانا محمد علی مونگیری، ناظم ندوۃ العلماء لکھنو، مولانا اشرف علی تھانوی(م1943ء)، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی(م1346ھ)، مولانا عبد اللہ چکڑالوی، سید عطاء اللہ شاہ بخاری(م 1961ء)، مولانا کفایت اللہ دہلوی(م 1372ھ)، صدر جمعیت علماء ہند، مولانا حسین احمد مدنی(م1377ھ)، مولانا احمد علی سہارنپوری(م1297ھ)، مولانا قطب الدین مکھیالوی، مولانا ثناء اللہ امر تسری(م1948ء)، مولانا عاقل محمد جلاپوری۔

معروف تلامذہ:

آپ سے استفادہ کرنے والے معروف تلامذہ میں: شیخ سید نور الزمان شاہ(م1924ء) کوٹ چاندنہ، شیخ الاسلام خواجہ محمد قمر الدین سیالوی، خواجہ محمد اکبر علی چشتی (میانوالی)، شیخ نور احمد لائل پوری، شیخ محمد زاہد (دریا خان)، شیخ فقیر محمد کابلی 7، شیخ دولت خان کابلی، شیخ محمد رمضان کلوری، مولانا غلام فخر الدین گانگوی(م1983ء) وغیرہم شامل ہیں۔[15]

وصال:

28 اکتوبر 1968ء کو بمطابق 4 رجب المرجب 1388ھ بروز شنبہ سوا ایک بجے بعد از دوپہر ذکر کرتے ہوئے جان شیریں، جان آفرین کے سپرد کر دی۔[16]

تصنیفات و تالیفات گانگوی، مختصر تحقیقی جائزہ:

سید احمد الدین گانگوی نے عربی، فارسی، اردو، پنجابی اور سرائیکی میں کتابیں تصنیف کیں۔ سرائیکی اور عربی میں شاعری بھی کی، دل سوز تخلص تھا، آپ کی درجنوں کتابیں، حواشی اور سینکڑوں فتاویٰ جات دیمک کی نظر ہو چکے ہیں۔ جن میں سے چند کے صرف نام دستیاب ہیں۔ متعدد کتابیں علماء و مشائخ کی ذاتی لائبریریوں کی زینت ہیں۔ جن کتب اور رسائل تک راقم الحروف کو رسائی مل سکی اور جن کے قلمی مسودات رقم السطور کے پاس محفوظ ہیں، ایسے نو دریافت کتب و رسائل کا ایک مختصر تعارف حسب ذیل ہے:

القبس القامعہ فی جواب الشمس الامعہ:

یہ مبسوط کتاب سید گانگوی نے مولانا رشید احمد گنگوہی کے رسالہ الشمس الامعہ کے جواب میں تحریر کی۔ یہ کتاب 19 ویں صدی کے

آخری عشرہ میں تحریر کی گئی، جبکہ جو نسخہ راقم الحروف کے پاس ہے اسکے کاتب محمد دین ہیں جنہوں نے مولانا اکبر علی چشتی کی فرمائش پر کتابت کیا، تاریخ کتابت 1325ھ ہے، اسکی کتابت انتہائی خوبصورت و دل نشیں ہے۔ اس کا موضوع فقہ الصلوٰۃ میں تکرار جماعت ہے۔ اس سے پہلے جماعت ثانیہ کے جواز پر اس قدر دلائل سے بھرپور اور مبسوط کتاب تحریر نہیں کی گئی۔ سید گانگوی نے متعارض روایات میں تطبیق اور آراء فقہاء کی تفصیل، راجح و مرجوح کی تحدید و تعین سے اپنے محدثانہ ارفقیہانہ جلالت علمی کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ یہ کتاب لائق زیارت و مطالعہ ہے۔

آغاز: "بدان ای عزیز کہ دریں پر آشوب زمان باوجو آنکہ توجہ والتفات مر دمان بسوئے امور دین اصلاً نماندہ نزاع واختلافات در مسائل دینیہ از حد تجاوز نمودہ بناءَ علیہ عوام کالانعام ہر قواعد دین صنعیف کہ نوروز پنداشتہ اند گونا گوں تسخر واستہزاء می نمایند وبر علماء اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ زبان طعن دراز نمودہ اند"۔

انجام: "الحمد للہ الذی وفقنی لاختتام ہذہ الرسالۃ کما وفقنی لافتتاحہا وھو الملھم الفیاض: وانا المسکین احمد الدین عفا اللہ عنہ من مقام گانگی"۔[17]

البرق السانیۃ فی جواز الجماعۃ الثانیۃ:

جماعت ثانیہ کے جواز پر یہ رسالہ بزبان عربی تالیف کیا، اسکے کاتب بھی محمد دین ہیں اور یہ بھی مولانا اکبر علی چشتی کی فرمائش پر تحریر کیا، اس رسالہ کی اہمیت کا اندازہ صرف اس پر تقاریظ، تصدیقات و تائیدات لکھنے والے جلیل القدر علماء کے نام دیکھ کر لگایا جاسکتا ہے، چند معروف نام یہ ہیں استاذ الکل مولانا الٰہی بخش عمرپوری، مولانا محمد شاہ غازی پوری، فقیر اللہ بخش سکنہ شہر سلطان، مولانا اللہ بخش خان گڑھی، مولانا سراج الدین مظفر گڑھ، مولانا عبد الخالق شیخ پوری، الفاضل الکبیر المولوی غلام دستگیر قصوری، مولانا لطف اللہ علی گڑھی، شیخ احمد حسن کانپوری۔

آغاز: "اعلم ارشدك اللہ تعالیٰ ان المسجد علی نوعین احدھما مسجد محلۃ وھو ما لہ امام وجماعۃ معلومون کما فی الدرر اوما لہ امام راتب کذا فی نصب الرایہ لاحادیث الھدایۃ والاول اشھر واظہر"۔

انجام: "فوضح الحق مما سبق ان تکرار الجماعۃ باالاذن والاقامۃ فی مسجد الطریق جائز حسن بالاتفاق وفی مسجد المحلۃ بھما مکروہ اتفاقاً وغیرھما جائز بلاکراہۃ اجماعاً خذمنا وکن من الشاکرین والحمد للہ رب العالمین وعندہ علم الاولین والاخرین"[18]

نور الایمان فی تائید مذہب النعمان:

سید احمد الدین گانگوی نے دیگر مذاہب اسلامیہ پر حنفی مذہب کی ترجیح ثابت کرنے کیلئے عربی زبان میں یہ معرکتہ آراء کتاب تصنیف فرمائی، جسکا ایک مخطوط راقم الحروف کی لائبریری میں موجود ہے۔

آغاز: "الحمد للہ الذی نور قلوبنا بنور الایمان واز ہر عیوننا بضوء الاتقان وصرف ھمنا الی اتباع الاحادیث والقرآن وارشدنا الی تقلیدمذہب النعمان، نصرناعلی من بغی بالطغیان العدوان نصرناللغاوین کالشھاب الثاقب للشیطان والصلوٰۃ والسلام الایمان الاکملان علی سیدالانس والجان وعلی الہ واصحابہ الذین کانوالاحیاء امورالدین کالتریاق العمان وعلی الذین اتبعوھم باحسان علیھم الرحمۃ والرضوان امابعد فیقول العبد المسکین المعتصم بحبل اللہ المتین احمد الدین ثبت اللہ فی

مقام الصدق والیقین وعفاعنه ما جری من فی امور الدنیا والدین ان بعض اراذل الناس وسفهائم لما وقع فی۔۔۔آہ"[19]

مخطوط چونکہ قدیم اور بوسیدہ ہے اس لئے اسکا اکثر حصہ نا قابل قرات ہے، ورق شماری بھی مشکل ہے۔ صفحات الٹنے سے مزید خرابی کا اندیشہ ہے لہٰذا انتہائی حزم واحتیاط سے صرف حسب ذیل مباحث کا تعین کیا جاسکا۔ یہ کتاب مقدمہ فنون ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے۔ مقدمہ کتاب اصطلاحات اصول حدیث کی نفیس شرح پر مشتمل ہے۔ فن اول، مبحث تقلید سے متعلق ہے، جو مقدمہ تین ابواب اور خاتمہ پر مشتمل ہے باب اول، ثبوتِ تقلید مطلق سے متعلق ہے اور یہ تین فصول پر مشتمل ہے۔ فصل اول، عقلاً وجوب تقلید، ثانی نقلاً وجوب تقلید اور ثالث، فیمن یجب علیہ التقلید و من لایجب علیہ سے متعلق ہے۔ باب ثانی، تقلید شخصی کے وجوب پر مشتمل ہے، اس میں ایک مقدمہ اور دو فصول ہیں فصل اول میں ادلہ اربعہ، کتاب و سنت، اجماع و قیاس سے تقلید شخصی کے وجوب کا اثبات ہے فصل ثانی، فی وجوب تعین التقلید سے ہے۔

زجر الاشقیاء عن اہانۃ الاصفیاء معروف بہ تصویر محبت:

یہ رسالہ مسئلہ توہینِ رسالت ﷺ اور توہین صحابہ و اہل بیت کے موضوع پر آپ کا تحریر کردہ ایک مدلل رسالہ ہے۔ اس میں آپ نے توہین رسالت کے مسئلہ پر شرعی و قانونی پہلو کے اعتبار سے سیر حاصل گفتگو فرمائی۔ راقم الحروف کی لائبریری میں اسکا قلمی نسخہ موجود ہے اور 2017ء میں راقم کی تحقیق و تدوین سے مجموعہ حفاظت الایمان میں کتاب محل لاہور سے طبع بھی ہو چکا ہے۔

آغاز: امابعد! عاجز ناچیز ہیچ مدان مسکین احمد الدین سنی حنفی چشتی سیالوی کان اللہ لہ اپنے مسلم بھائیوں کی خدمت میں عرض پرداز ہے کہ محاربین اسلام و اعداء دین نے اسلام کو (خاک بدہن ایشان) ملیامیٹ کرنے کے لئے طرح طرح کے حربے استعمال کیے مگر اب کے حربے بہت ہی نرالے اور خطرناک ایجاد ہوئے ہیں بمقتضائے ازماست آنچہ برماست۔

انجام: "اگر خدانخواستہ مقدمہ چل نہ سکے مگر اہلِ اسلام میں اتنی جرات نہ ہو کہ اسکو چلائیں تو کم از کم اخیری اور نچلا درجہ امر معروف کا بائیکاٹ اور قطع تعلقات ہے خداوند عالم جل شانہ کا خاص ارشاد ہے فَلاَ تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِيْنَ (الانعام، 68) ان سے تمام تعلقات قطع کر دیے جائیں اگر امام ہیں تو امامت سے معزول اور اگر کسی مکتب اسلامیہ کے مدرس ہیں تو ان کو اس سے علیحدہ کر دیا جائے نہ اس سے کلام نہ سلام اور نہ نشست و برخاست غرض کسی مجلس اسلامی میں ان کو ہرگز نہ آنے دیں"۔[20]

لوامع الضیاء فی علوم سید الانبیاء: یہ بھی غیر مطبوعہ ہے، گانگوی لائبریری جامعہ شمس العلوم میں اس کا ایک مخطوط موجود ہے۔ اس مبسوط کتاب کا مرکزی موضوع تو علم نبوت ﷺ ہے مگر ضمناً درجنوں دیگر کلامی مباحث بھی اس میں شامل کر دیئے ہیں۔ بیسویں صدی کی ابتداء میں برصغیر میں ہونے والی مذہبی تقسیم کی وجوہات کو جاننے کیلئے اس کتاب کا مقدمہ انتہائی اہم ہے۔

آغاز: "امابعد مسکین احمد الدین بن الشیخ غلام علی حنفی چشتی سیالوی عرض پرداز ہے کہ مدت سے مسئلہ علم غیب رسول اللہ ﷺ میں علماء کے مابین اختلاف چلا آرہا ہے۔ اہل ظواہر جن کو معرفت الٰہی میں سے ہرگز کوئی بہرہ نہیں ہے، وہ تو اس کے منع و انکار پر رہے اور اہل باطن جن کو عشق و محبت سرور عالم ﷺ از حد دامن گیر ہے وہ اس کے اثبات و اقرار پر"۔

انجام: تو ایسے شخص سے اسلامی سلوک ہرگز نہ رکھا جائے اور نہ اس سے سلام و کلام اور نہ مخالطت و مجالست و مناکحت اور نہ بیعت و امامت

کی جائے واللہ اعلم۔[21]

السیوف العتابیہ: یہ کتاب غیر مطبوعہ ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے گانگوی لائبریری جامعہ شمس العلوم میں موجود ہے۔ اس کے سرورق پر لکھا ہے کہ یہ کتاب صاعقۃ الرحمٰن علی حزب الشیطان کے رد میں لکھی گئی ہے۔ صفحات کی تعداد 373 ہے۔ یہ مبسوط کتاب بھی کلامی مباحث پر مشتمل ہے اس کے ایک قلمی نسخے پر اس کا نام بل نقذف بالحق علی الباطل بھی لکھا ہے۔

آغاز: اما بعد مسکین احمد الدین ثبت اللہ تعالیٰ فی مقام الصدق والیقین (گانگوی) حنفی چشتی برادران اسلام متبعان اہل سنت والجماعۃ کی خدمت اقدس میں عرض پرداز ہے کہ بد قسمتی سے خطہ پنجاب مولد الانبیاء ثابت ہوا ہے۔

انجام: بہرکیف مولوی حسین علی ان الزمات سے جو بلغۃ الحیران کے غلط مضامین سے اس کے ذمے لگ چکے ہیں ایسی ویسی باتوں سے نجات حاصل نہیں کر سکتا۔ واللہ تعالیٰ اعلم واحکم بالصواب۔[22]

الشعلۃ الجباریۃ لاحراق مسجد آریہ: یہ رسالہ ہندو مسلم اتحاد کی علامت کے طور پر قائم کی جانے والی "مسجد آریہ" کے قضیہ پر لکھا، راقم کے پاس اس کے دو قلمی نسخے ہیں۔ اس تاریخی فتویٰ پر بڑے بڑے علماء معاصرین نے تقاریظ لکھیں۔[23]

اسلامی بیت المال: یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ پہلی مرتبہ ہمدرد پریس کوچہ چیلاں دہلی اور دوسری بار راقم الحروف کی تحقیق سے کتاب محل لاہور سے شائع ہوئی۔[24]

ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار والفجار: یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ پہلی مرتبہ 1924ء میں سرگودھا سے اور دوسری بار راقم الحروف کی تحقیق سے کتاب محل لاہور سے شائع ہوئی۔

حرمت تعزیہ داری: یہ کتاب بھی مطبوعہ ہے۔ مگر تاحال راقم السطور کو نہیں مل سکی۔[25]

القول البشیر فی رد التحریر: 19 ویں صدی کے آخری عشرہ میں یہ رسالہ مولانا عاقل محمد جلالپوری کے رد میں تحریر فرمایا اس کا موضوع بھی فقہ الصلوٰۃ ہے۔ سید گانگوی نے القبس القامعہ میں اس رسالے کا ذکر کیا ہے۔[26]

ایقاظ الرقود فی اموال الہنود: یہ رسالہ بھی آپ کی فقاہت کا آئینہ دار ہے۔ اس کے بھی دو قلمی مسودے موجود ہیں۔ مرکزی موضوع تقسیم ہند کے بعد ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکانات کی ملکیت کا شرعی حکم ہے۔[27]

مجموعۃ الفتاویٰ قلمی: سید گانگوی نے 1927ء کی ذاتی ڈائری میں مجموعۃ الفتاویٰ کا تذکرہ کیا ہے۔

مجربات احمدیہ: یہ کتاب بڑے سائز کے تین سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے اس کا ایک قلمی نسخہ گانگوی لائبریری میں موجود ہے۔

فقرات شریف (فارسی): 119 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ بزبان فارسی، تصوف کے موضوع پر تحریر فرمایا ہے۔[28]

مقدمۃ الصرف: 134 صفحات پر مشتمل یہ رسالہ بزبان پنجابی سید گانگوی کے شاگرد شیخ غلام محمد، لاوہ نے آپ سے املاء کیا۔[29]

علم الصرف: صرف کے موضوع پر آپ کے ہاتھ کا تحریر کردہ ایک رسالہ بزبان فارسی بھی موجود ہے۔[30]

نسب نامہ: ایک مختصر رسالہ ہے جس میں آپ نے اپنے سلسلہ نسب کا ذکر فرمایا۔ اس کے قلمی نسخے پر تاریخ تحریر جولائی 1904ء رقم ہے۔[31]

رسالہ حکمت: مختلف بیماریوں کے اسباب اور ان کے علاج کے حوالے سے حکمت کے موضوع پر یہ رسالہ بزبان فارسی موجود ہے۔ ابتدائی صفحات نہ ہونے کی وجہ سے اس کا درست نام معلوم نہ ہو سکا۔ یہ رسالہ کم و بیش ۹۰ صفحات پر مشتمل ہے۔[32]

الحق المبین: یہ مختصر رسالہ شیخ حسین علی واں بھچروی کے رسالہ اباحتِ انتفاع مرتہن لمرہون کے رد میں لکھا گیا۔ یہ مختصر رسالہ فقہ البیع سے متعلق ہے۔[33]

رسالہ میلاد: میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایک مختصر مگر دلائل سے بھرپور تحریر ہے۔ راقم الحروف کی تدوین و تحقیق سے مجموعہ حفاظت الایمان میں یہ رسالہ بھی شائع ہو چکا ہے۔[34]

مسئلہ قنوت نازلہ: سید گانگوی نے یہ مختصر رسالہ، مولانا مشتاق احمد خانیوال کے جواب میں تحریر فرمایا۔[35]

ہم رکاب موج ضیاء: سید احمد الدین گانگوی نے مجاہد اعظم خواجہ محمد ضیاء الدین سیالوی کے بارے میں اپنی معلومات اور ذاتی مشاہدات بھی قلم بند کئے ہیں اور سفر و حضر کے ان واقعات کا تذکرہ کیا ہے جن میں آپ خواجہ صاحب کے ہمراہ رہے۔ یہ ایک ضخیم کتاب تھی اس کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا ہے۔ دست برد زمانہ سے بچ جانے والے سولہ صفحات راقم الحروف کی لائبریری میں موجود ہیں۔ صفحات 41 سے 56 کے مطالعہ سے خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی مجاہدانہ زندگی کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

السیوف القہار علی انوف الاشرار: یہ کتاب دیمک کی نظر ہو چکی ہے، اسکا صرف سرورق موجود ہے۔[36]

دیگر مختصر رسائل حسب ذیل ہیں: رسالہ طلقات ثلثہ[37] اور فیصلہ نامہ شرعیہ[38]۔ مذکورہ دونوں رسائل فقہ الطلاق سے متعلق ہیں۔ العقائد[39]، احسن الاسلوب فی جواب المکتوب[40]، تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ[41]، ندائے غائبانہ[42]، المسلمین کے قوائد فقیہ[43]، شمس الاسلام بھیرہ کے سوالات اور انکے جوابات[44]، ابرام العہود فی اکرام الشہود[45]، زیارت قبور کے آداب[46]، حیاۃ النبی ﷺ[47]، مسئلہ حاضر و ناظر[48] اور مندرجہ ذیل کتابوں پر مختصر حواشی، تعلیقات، فوائد تفسیر لکھے اور قواعد فقہ کا انتخاب کیا: تفسیر صادی، الاشباہ والنظائر، حاشیہ البحر الرائق۔

سید گانگوی کی فقہی تعبیرات:

اس مبحث میں صرف چار مسائل میں سید گانگوی کی فقہی تعبیرات کا بعض مسائل فقہ کے تناظر میں مختصر جائزہ لیا جائے گا۔

اجتماعی زکوٰۃ کا مسئلہ اور قیام بیت المال:

اسلامی اجتماعیات کے احیاء کیلئے بیت المال کا قیام اور زکوٰۃ کی اجتماعی وصولیابی اور اجتماعی تقسیم ضروری ہے، تقسیم ہند سے پہلے کی اسلامی تحریکات نے اس حوالے سے قابل قدر اقدامات کئے، سب سے نمایاں کوشش مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی ہے، سید نصیر شاہ نے آپ کو اس حوالے سے اہل سنت کا موسس قرار دیا، آپ نے تنظیمی بنیادوں پر بیت المال کے قیام اور اسکی اہمیت کو سمجھتے ہوئے پورے برصغیر میں اجتماعی زکوٰۃ کی وصولیابی کیلئے نظام کیا، آپ کی ایماء پر سید احمد الدین گانگوی نے نصاب کو مرتب کیا جسکو تاریخی اہمیت کے پیش نظر خواجہ صاحب نے دہلی سے شائع کرایا۔ سید گانگوی نے اہل اسلام میں نظم اجتماعی نہ ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ: "امابعد یہ درویش خیر اندیش تمام اہل اسلام کی خدمت میں عرض رسا ہے کہ زمانے کی نیرنگیوں نے اسلام کے نظام میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ عہد اقدس

نبوی ااور سلف صالحین کے زمانہ میں ادائے حدود و فرائض کے لئے جو طرز عمل ایک خاص نظام کے ماتحت تھا اس کا اب نام و نشان نہیں نہ اس کے احیاء کا کچھ خیال ہے۔ حالانکہ احیاء سنت وہ عظیم الشان امر ہے جس کی نسبت حضور اقدس انے ارشاد فرمایاہے کہ "من احییٰ سنتی بعد ماامیتت فله اجر ماءۃ شهید" جس نے میرے طریقوں کو بعد اسکے مردہ ہونے کے زندہ کیاتو اس کیلئے سو شہیدوں کا ثواب ہے"۔[49]

سید گانگوی نے نظم اجتماعی کے تناظر میں اجتماعی زکوٰۃ کی وصول یابی کو اسلامی نظام معیشت کیلئے نہ صرف ضروری قرار دیا بلکہ :سابقہ ادوار میں ہونے والی اسلامی ترقی کی بنیاد بیت المال کو قرار دیا، آپ لکھتے ہیں کہ:"عہد اقدس سے لیکر آج تک جس قدر اسلام کی ترقی ہوئی اسکا سنگ بنیاد بیت المال ہے۔ اسلام پر حملہ ہونے کے وقت مدافعت کا ہتھیار یہی بیت المال ہے اور خود اسلام کے حملہ کے وقت اسی بیت المال سے تمام عقدے حل ہوتے تھے اسلام کیلئے بیت المال کی ایسی ضرورت ہے جیسی بدن کیلئے سر کی۔ اور جسم کیلئے روح کی یہی وجہ ہے کہ جب تک بیت المال کا انتظام تھا اسلام روز افزوں ترقی کرتا گیا اور جب سے مسلمانوں نے اسکی طرف سے رخ پھیرا تو نہ صرف وہ کمزور ہو گیا بلکہ غلامی کے دائرہ میں آ گیا اور تشتت وافتراق کی وجہ سے باوصف صاحب زر و صاحب ثروت ہونے کے مسلمان کا ادبار انتہا کو پہنچ گیاہے کیونکہ جو کچھ زور و قوت ہے وہ وحدت مرکز اور نظم میں ہے اسی کو مسلمانوں نے کھو دیا جسکے وہ مامور تھے۔ شریعت حقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سب سے زیادہ زور نظم پر دیاہے یعنی مسلمان کسی وقت اور کسی حالت میں بے نظم نہ رہیں"۔[50]

خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی بھرپور اور پر اثر تحریک اور سید گانگوی کی دلائل قاہرہ سے معمور تحریر سے برصغیر میں بیداری کی نئی لہر پیدا ہوئی اور پورے برصغیر میں قصبوں سے شہروں تک بیت المال کے منظم ادارے وجود میں آئے، تحریک خلافت سے تحریک آزادی تک ابھرنے والی اکثر تحریکات نے اجتماعی زکوۃ اور قیام بیت المال کے اس تصور کو اختیار کیا خصوصاً وہ تحریکیں جو خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی زیر قیادت تھیں انہوں نے انگریز حکومت کے تسلط سے آزادی حاصل کرنے کیلئے قیام بیت المال کو لازمی قرار دیا۔ فوج محمدی، حزب الانصار، حزب اللہ، انجمن حمایت العرب وغیرہ نے جگہ جگہ بیت المال کے ادارے قائم کئے۔ صاحب فوز المقال نے جلد ثانی میں خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی قیام بیت المال کیلئے کاوشوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ:

"آپ نے خلفائے راشدین کے طریقہ پر ایک بیت المال کا انعقاد بھی کیا، کیونکہ بیت المال سے ہی تمام عقدے حل ہو سکتے ہیں، اسلام کو بیت المال کی اس طرح ضرورت ہوتی ہے، جس طرح جسم کیلئے روح اور بدن کیلئے سر، اسی نظریہ کے تحت آپ نے بیت المال قائم کیااو رنہایت نظم وضبط سے اس کو چلایا، باقاعدہ حساب وکتاب کے رجسٹرات موجود تھے، اور مطابق شریعت اخراجات کئے جاتے تھے، مستحقین کی خدمت حسب استحقاق ہوتی تھی"۔[51]

سیال شریف میں قائم ہونیوالی امارت شرعیہ کا قاضی القضاۃ سید احمد الدین گانگوی کو مقرر کیا گیا۔ سید گانگوی نہ صرف سیال شریف میں جمع ہونے والی اجتماعی زکوٰۃ اور عشر وغیرہ کے شرعی معاملات کو دیکھتے رہے بلکہ انہوں نے خود بھی میانوالی میں بیت المال کا ادارہ قائم کیا۔ علاقہ کے رؤساء اور علماء اس تنظیم کے ممبران کے طور پر شامل ہوئے اور اجتماعی زکوٰۃ کی وصول یابی سے جو ادارے قائم کئے گئے وہ آج بھی ایک زندہ حقیقت کے طور پر موجود ہیں۔ اجتماعی زکوۃ وعشر کے تصور کو سمجھنے کیلئے گانگوی کے فقہی شاہکار اسلامی بیت المال کا مطالعہ انتہائی مفید ہے۔

ہندو مسلم اتحاد اور موتی مسجد کا قضیہ:

بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں ہندو مسلم اتحاد کی تحریک زوروں پر رہی اس اتحاد کے سیاسی نتائج سے زیادہ مذہبی اثرات و مضمرات کی کھوج کاری اہمیت کی حامل ہے۔ سید گانگوی ابتداء سے ہی اس اتحاد کو درست نہیں سمجھتے تھے لیکن جب اس کے مذہبی مضمرات سامنے آنا شروع ہوئے تو مولانا گانگوی نے بڑی شدت سے اسکی مخالفت شروع کر دی۔ چونکہ اس اتحاد کے بانی اور حامی سیاسی زعماء کے ساتھ ساتھ علماء تھے لہٰذا پورے برصغیر پر نہ صرف اسکے سیاسی اثرات مرتب ہوئے بلکہ مذہبی نظریاتی جنگ بھی شروع ہو گئی۔ پنجاب کا ضلع میانوالی اس لحاظ سے منفرد اہمیت کا حامل ہے کہ یہاں ہندو مسلم اتحاد کی علامت کے طور پر ایک مسجد تعمیر کی گئی۔ میانوالی اور سیاست کے عنوان سے سید نصیر شاہ اس بات کا تذکرہ کرتے ہوئے اور اس کو مولانا حسین احمد مدنی کے دورے کے تناظر میں دیکھتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ''یہاں مولانا حسین احمد مدنی بھی مولانا شیر محمد زرگر کی دعوت پر متحدہ قومیت کا علم اٹھائے تشریف لائے تھے اور ہندوؤں کے دھرم شالہ (جہاں آج کل ایم سی ہائی سکول ہے) میں قیام کیا تھا۔ علامہ اقبال کے 1930ء کے الہ آباد والے خطبہ صدارت کی اور مسلم لیگ کی گونج یہاں تک پہنچ گئی تھی۔ یہاں کا دانا ہندو جان گیا تھا کہ ایک روز پاکستان بن ہی جائیگا اس لئے ہندو مسلم اتحاد میں سرگرم ہو گیا تھا۔ اسی خیر سگالی کے طور پر لالہ ہیم راج نے وہ مسجد بنوائی تھی جسے آج کل موتی مسجد کے نام سے پکارا جاتا ہے اور اس طرح گویا یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ یہاں کا ہندو بڑا وسیع الظرف ہے''[52]۔ غلام محمد خان نیازی، عبد الرحیم خان نیازی مسکین، سابق صدر مجلس احرار اسلام پاکستان کے حالاتِ زندگی لکھتے ہوئے اپنی کتاب سرگزشت مسکین کے صفحہ نمبر 147 پر ''شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی کا انتظام'' کے عنوان سے یوں رقم طراز ہیں کہ: ''تقسیم ملک سے پہلے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ اپنے جماعتی پروگرام کے مطابق بنوں صوبہ سرحد تشریف لے گئے ان ایام میں بنوں جانے کیلئے میانوالی کالاباغ لکی مروت کے راستے ریل گاڑی پر ہی لوگ سفر کر کے جاتے تھے۔ موصوف نے واپسی پر میانوالی شہر کی کانگریس جماعت کے جلسے میں رات کو خطاب کرنا تھا۔ اس وقت میانوالی کی کانگریس جماعت میں کوئی شخص مسلمان کارکن نہیں تھا۔ اس لئے میانوالی کانگریس کے ہندو صدر چاندی رام نے حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کی میزبانی اپنے ذمہ لی''۔[53]۔ محمد ریاض بھیروی نے دورہ مدنی اور قضیہ موتی مسجد کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے:''تاہم مولانا حسین احمد مدنی کے مذکورہ بالا دورہء میانوالی کے موقع پر مولانا اکبر علی اور مولانا غلام محمود پپلانوی نے مولانا مدنی سے احتجاجاً ملاقات سے اجتناب کیا بلکہ مولانا احمد الدین گانگوی نے لالہ ہیم راج کی بنوائی گئی موتی مسجد کے قضیے کیخلاف سخت محاکمہ کیا اور شدید گرفت کرتے ہوئے ایک معرکتہ الاراء فتویٰ بعنوان ''الشعلۃ الجباریہ لاحراق مسجد آریہ'' جاری کر کے اس سازش کو طشت از بام کر دیا اور یوں قومیت پرست علماء کے سیاسی غبارے سے ہوا نکال دی''[54]۔ سید گانگوی نے مسجد آریہ کے حامیوں کو دلائل سے لاجواب کر دیا۔ 20 سے زائد معروف علماء پنجاب کی تقاریظ سے آپ کا یہ فتویٰ دور و نزدیک کے تمام علاقوں تک پھیل گیا۔ آپ نے قرآن و حدیث اور اقوال فقہاء سے اس رسالے کو مزین کیا۔ ہندوؤں سے موالات کو ناجائز قرار دیتے ہوئے سید گانگوی نے لکھا ہے:''جب آریہ تمام مسلمانوں کے برخلاف لڑتے ہیں اور اسلام اور بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام پر طرح طرح کے ناجائز اور شرمناک حملے کر رہے ہیں اور ملک ہندوستان کو صرف ہندوں سے مخصوص کرتے ہوئے مسلمانوں کو یہاں سے نکالنے کا اعلان کر چکے ہیں اب ان سے موالاۃ اور ارتباط نص قرآنی

کی خاص مخالفت ہے''[55]۔ تحریک آزادی سے متعلق ہندووں کا رویہ منافقت پر مبنی تھا اس لئے انہوں نے مسلمانوں کو تقسیم در تقسیم کرنے کیلئے اس طرح کی متنازعہ مسجد کی بناء ڈالی اسلامی تاریخ میں اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ مسجد کے باہر جو کتبہ نصب کیا جائے اس پر خیر سگالی کیلئے ایک جانب ''اوم'' اور دوسری جانب ''اللہ'' تحریر ہو۔ سید گانگوی اس سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''حضور کریم ﷺ کے عہد اقدس سے اج تک اسکی کوئی نظیر نہیں ملتی کہ مساجد میں سے کسی مسجد کی دیوار پر اوم یا کوئی دوسرا ایسا لفظ جو مشعر کفر ہو لکھا ہوا ہو یہ وہ بدعت قبیحہ ہے کہ ساڑھے تیرہ سو سال سے آج تک کسی مسلمان نے باوجود اشد ضرورت کے اسکو برداشت نہیں کیا اور نہ ہی کسی شہر میں کوئی ایسی مسجد بنی ہے جو مشرکین کی یادگار یا کوئی ایسا لفظ جو مشعر بشرک ہو اسکے کتبہ پر کندہ ہو اس بدعت قبیحہ و کفر شنیعہ کے مرتکب کون ہیں وہ جو اپنے آپ کو بمضمون برعکس نہند نام زنگی کافور نام نہاد اتباع قرآن کے واحد ٹھیکہ دار''[56]۔ موتی مسجد کے نام سے یہ مسجد آج بھی میانوالی میں موجود ہے۔ مگر اس کے ساتھ وابستہ نظریات ایک صدی قبل سے دفن ہو چکے ہیں۔

تقسیم ہند کے بعد ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکانات کا مسئلہ:

قیام پاکستان کے بعد، حکومت کی جانب سے ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مال و مکانات کی ملکیت کے بارے، علماء کرام سے شرعی حیثیت جاننے کیلئے جو سوالات پوچھے گئے ان میں سے بعض اہم سوالات یہ تھے: ہندوؤں کے پختہ مکان جو چھور گئے ہیں، اب وہ مکانات حکومت پاکستان اھل اسلام کو دے تو ان مکانوں کی اینٹیں اور ملبہ مسجد کی تعمیر میں لگ سکتا ہے یا نہیں۔ علی ہذا القیاس ہندوؤں کا جو مال عہد انقلاب میں مسلمانون کے ہاتھ نوٹ وغیرہ کا لگا ہے، وہ لوٹنے والے کیلئے حلال ہے یا نہ، اس لوٹے ہوئے مال کا کون مالک ہے؟ اہل ہنود یا حکومت پاکستان یا لوٹنے والے۔؟ آستانہ سیال شریف کی مرکزیت کے پیش نظر یہ سوالات شیخ الاسلام خواجہ قمر الدین سیالوی کی طرف ارسال کئے گئے، خواجہ صاحب نے مدرسین سیال شریف امام المناطقہ علامہ عطا محمد بندیالوی اور مولانا قطب الدین گھیالوی کو اس پر مامور کیا، مگر ان کے جوابات سے خواجہ صاحب کو تشفی نہ ہوئی، آپ نے اس اہم مسئلہ کیلئے سید احمد الدین گانگوی کی طرف رجوع کیا، اور سید گانگوی کی عمر اس وقت 110 سال تھی، آپ نے تمام فتاویٰ کا جائزہ لیا۔ بوجود پیرانہ سالی کے اس مسئلہ پر ایک شاندار رسال ایقاظ الرقود فی اموال الھنود تحریر فرمایا۔ سید گانگوی نے سوال اول کا مختصر جواب دیتے ہوئے لکھا، حکومت کی مسلمانوں کو مکانات دینے کی دو صورتیں ہیں، اول اباحت خواہ بکرایہ ہو یا بلا کرایہ دوم تملیک، پہلی صورت میں وہ مسلمان نہ ان مکانوں کو توڑ سکتے ہیں اور نہ ہی ان کا ملبہ کہیں لگا سکتے ہیں اور دوسری صورت میں یہ سب کچھ کر سکتے ہیں، کیونکہ حکومت پاکستان جبکہ حسب قواعد شرعیہ ہندوؤں کے تمام اموال واگذشتہ کی مالک و متصرف ہو چکی ہے، خواہ وہ اموال منقولہ ہوں یا غیر منقولہ تو اس کی تملیک سے وہ مسلمان مالک و متصرف ہوں گے۔ والمالك يتصرف فی ملكه كيف يشاء وذلك بين فی جميع الاديان لاحاجة الى اقامة البرهان[57]. سوال ثانی کے جواب میں سید گانگوی نے بڑی تفصیل سے تمام صورتوں کو کھول کر بیان کیا۔ ہندوؤں کے سٹیٹس کا تعین کیا کہ آیا مذکورہ ہندو ذمی ہیں یا مستامن یا حربی، اس جواب کی توضیح و تشریح کیلئے اولاً امور عشرہ ذکر کئے اور دلائل سے ہندوؤں کی شرعی و قانونی حیثیت متعین کی، سید گانگوی نے مذکورہ ہندوؤں کو حربی معاہد و غدار کرتے ہوئے انہیں عہد اقدس ﷺ کے یہود و بنی نصیر سے مشابہت دی۔ سید گانگوی نے ہندوؤں کے سٹیٹس کو متعین کرنے کیلئے ان کے سیاسی کردار کو بھی بے نقاب کیا، ہندوؤں سے اتحاد کے جو نتائج

سامنے آئے ان کو بھی بنیاد کے طور پر استعمال کیااور دلائل سے واضح کیا کہ موجودہ ہندو یہود بنو نضیر کی طرح ہیں۔اس موقف کو ثابت کرنے کے بعد مولانا گانگوی نے ہندوؤں کے اموال اور مکانات کے متعلق وہی احکام نافذ کرنے کا فیصلہ دیاجو ریاست مدینہ میں یہود بنوں نضیر پر لگائے گئے تھے۔سید گانگوی نے اس شاندارر سالہ میں ہندوؤں کے چھوڑے ہوئے مکانات کے متعلق منصفانہ تجاویز بھی دیں اور یہ رسالہ تمام پہلوؤں کے اعتبار سے انتہائی شاندار کاوش ہے۔سید گانگوی کے فقہی مقام کو سمجھنے کیلئے یہ رسالہ بھی لائق مطالعہ ہے۔

مسئلہ سماع:

سماع کے جواز وعدم جواز کا مسئلہ فقہاء، صوفیہ اور محدثین کے ہاں شروع سے مختلف فیہ رہاہے۔ہر دور میں علماء وصوفیہ اپنے اپنے مشرب ومسلک کے اعتبار سے آراء کا اظہار کرتے رہے۔بیسویں صدی کے ابتدائی عشروں میں مسئلہ سماع پر درجنوں کتب ورسائل تالیف کیے گئے۔جن کی وجہ سے صوفیۂ چشت کیلئے اپنے معمولات پر عمل مشکل بنادیا گیا۔فاضل بریلوی(م 1921ء) سے سید عین القضاۃ حیدر آبادی تک کئی علماء نے عدم جواز پر دلائل دیئے۔چشتی خانقاہوں کے علمی مراکز میں آستانہ عالیہ سیال شریف کو مرکزی حیثیت حاصل تھی اور مجاہد اعظم خواجہ ضیاء الدین سیالوی پنجاب میں امارت شرعیہ کو قائم کرچکے تھے۔ قاضی القضاۃ اور مفتی اعظم کے فرائض سید احمد الدین گانگوی کے سپرد تھے۔برصغیر کے کئی علماء وصوفیہ نے مسئلہ سماع پر خواجہ ضیاء الدین سیالوی سے وضاحت چاہی۔خواجہ ضیاء الدین سیالوی کی ایماء پر سید گانگوی نے اس مسئلہ پر انتہائی مبسوط اور مدلل کتاب لکھ کر تمام پہلوؤں کو انتہائی شرح وبسط کیساتھ بیان کردیا۔مسئلہ سماع پر مولانا گانگوی کی یہ کتاب پہلی مرتبہ 1924ء میں شائع ہوئی۔کتاب کے شائع ہوتے ہی پورے برصغیر میں اخبارات وجرائد میں اس پر تبصرے شائع ہوئے۔کتاب کے جملہ محاسن وخصائص ایک مبسوط مقالے کے متقاضی ہیں۔سردست صرف دوحوالوں پر اکتفاء کیاجاتاہے جس سے اس کتاب کی تاریخی اہمیت کا اندازہ لگایاجاسکتاہے۔ ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماع الابرار والفجار کے بارہ میں حضرت مولانا محمد کرم الدین دبیر (م1946ء) نے لکھاہے کہ:

"چنانچہ ایک رسالہ خیر النواحی فی حرمۃ الملاہی مولوی محمد عین القضاۃ حیدر آبادی نے دربارہ غنا، تصنیف کرکے دلائل حرمتِ غناء کی بھرمار کردی پھر اس کے جواب میں مولانا احمد الدین گانگوی سیالوی نے رسالہ ضیاء شمس الانوار فی تحقیق سماء الابرار الفجار تصنیف کرکے رسالہ مذکورہ کے دلائل کے پرنچے اڑادیئے، یہ رسالہ اس وقت میرے سامنے ہے اور اس کے ہوتے ہوئے اب اس بارہ میں کسی جدید رسالہ کی تالیف کی ضرورت نہیں ہے"۔[58]

منیجر رسالہ شمس الاسلام سرگودھا نے لکھاہے:"یہ کتاب حضرت مولانا مولوی احمد الدین گانگوی نے بایماء اعلیٰ حضرت سجادہ نشین سیال شریف تحریر فرماکر مسلمانوں پر بہت بڑا احسان کیاہے، مولانا نے کتاب میں مسئلہ سماع پر نہایت محققانہ بحث کرتے ہوئے مخالفین کے دلائل کا ایسا دندان شکن جواب دیاہے کہ آج تک کسی کو تردید کی جرات نہیں ہوسکی۔حدیث شریف، آثار، اقوال محدثین وفقہاء، غرض اس مسئلہ کے متعلق معلومات کے دریا کو ایک کوزہ میں بندہ کردیاہے، ملک بھر کے چیدہ اخبارات نے اس پر نہایت عمدہ ریویو کئے ہیں، خاندان چشتیہ کے ساتھ تعلق رکھنے والوں میں سے ہر شخص کے پاس اس کتاب کا ہوناضروری ہے تاکہ معترضین کے فریب سے محفوظ رہے"۔[59]

میدان فقہ میں وسعتِ فکر ونظر:

سید احمد الدین گانگوی نے 1928ء میں لوامع الضیاء تالیف کی تو اس میں بعض کلامی مسائل میں اختلاف کی وجہ سے مولانا اشرف علی تھانویؒ پر سخت تنقید کی۔ لیکن جب 1934ء میں آپ کے پاس مولانا اشرف علی تھانویؒ کی کتاب "الحیلۃ الناجزۃ" پہنچی تو آپ نے ایک وسیع فکر و نظر کے حامل فقیہ کی حیثیت سے اس فقہی کاوش پر مولانا تھانوی کو دادِ تحسین دی۔

الحیلۃ الناجزۃ کی تصنیف پر مولانا اشرف علی تھانویؒ کی توصیف:

1934ء میں الحیلۃ الناجزۃ سید احمد الدین گانگوی کے پاس پہنچی آپ نے کئی مقامات پر اس کتاب کی فقہی اہمیت کو بیان کیا اپنے قلمی فتویٰ میں سید گانگوی اس کا حوالہ دیتے ہوئے رقم طراز ہیں: "دیکھئے مولانا حکیم الامت و علماء دیوبند جعل اللہ سعیھم مشکورا نے زمانہ ہذا کی مجبوریوں اور مظلومہ عورتوں کی تکالیف کو محسوس کرتے ہوئے حضرت امام مالکؒ کے قول پر بعض مسائل میں عمل کرنے کو ضرورت شدیدہ میں جائز قرار دینے پر ایک کتاب لکھی جس کا نام الحیلۃ الناجزۃ للحلیۃ الواجزہ ہے جو دار الاشاعت دیوبند میں طبع ہو کر دست بدست فروخت ہو رہی ہے۔ اس میں نہ صرف اپنے مذہب کی کتابوں کی عبارت (خلافاً لمالک) پر اکتفا کیا گیا بلکہ مدینہ منورہ کے علماء مالکیہ سے بذریعہ خطوط مالہ وما علیہ ان مسائل کی تصدیق کرائی۔ اس پر بس نہیں بلکہ اس میں تمام علماء ہندوستان مثلاً سہارن پور، دہلی، میرٹھ، مراد آباد، جالندھر، راندیر، سورت، امرتسر، بہاولپور، کراچی، کشمیر، ڈھاکہ، بہار، وغیرھم سے مشورہ اور تصدیقات حاصل کیں۔ تب قابلِ عمل قرار دی گئی۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے امام کے مذہب پر فتویٰ دینا اور حرام کو حلال قرار دینا کوئی آسان بات نہیں۔ خطرہ تھا کہ کہیں غیر ضرورت کو ضرورت قرار نہ دے بیٹھیں یا تلفیق نہ ہو جائے۔ یہ ہیں علماء متدینین کے کارنامے"۔[60]

خلاصہ بحث:

سید گانگوی کم و بیش 85 سال تک، درس و تدریس خطابت، فتوی نویسی، جیسی خدمات دینیہ میں مصروف رہے۔ قاضی القضاۃ اور مفتی اعظم کی حیثیت سے انتہائی معرکۃ الآرء فیصلے اور فتاویٰ تحریر کئے۔ خواجہ ضیاء الدین سیالوی کے ہمراہ برصغیر کی معروف تحریکات آزادی کا حصہ بھی رہے۔ فتویٰ نویسی میں ہندوستان بھر سے لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے۔ علماء وقت کا اگر کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تا تو محاکمہ کے لیے اکثر علماء آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ آپ اپنی تحقیقات پر برصغیر کے نامور علماء سے تقاریظ حاصل کر کے "اجتماعی اجتہاد" سے مسائل کے حل کی کوشش فرماتے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ سید احمد الدین گانگوی اور ان جیسے دیگر علماء کی فقہی تعبیرات کو منظر عام پر لایا جائے تاکہ فقہ اسلامی کی وسعت اور توسع سے کماحقہ استفادہ کیا جاسکے۔

حوالہ جات

[1] نیازی، ڈاکٹر لیاقت علی خان، تاریخ میانوالی، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2015ء، ص51

[2] ایضا، ص47

[3] رزق اللہ بن یوسف، مجاني الأدب في حدائق العرب، بيروت، مطبعة الآباء اليسوعيين، 1913ء، ج1ص22

[4] ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص47

[5] ایضاً، ص48

[6] سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، لاہور، نیازمانہ پبلی کیشن، س ن، ص13

[7] فاروقی، مولانا سلطان احمد، تذکرہ اولیاء چشت، لاہور، ادارہ قمر الاسلام، س ن، ص257

[8] سید نصیر شاہ، مہتاب رتوں میں آوارگی، ص13

[9] سمیع نوید، محمد فیروز شاہ کی علمی وادبی خدمات، لیہ، آرٹ لینڈ، جون2012ء، ص12

[10] کاظمی، طارق مسعود شاہ، سرزمین اولیاء میانوالی، لاہور، یو اینڈ می پرنٹرز، مئی2008ء، ص37

[11] مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ اولیاء چشت، ص257

[12] گانگوی، سید احمد الدین، البرق السانیة فی جواز الجماعة الثانیة، قلمی، اکبریہ لائبریری میانوالی، ش103، ورق9

[13] مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ اولیاء چشت، ص258

[14] چشتی، حاجی مرید احمد، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، کراچی، انجمن قمر الاسلام، ج2، ص330

[15] شرف قادری، علامہ عبد الحکیم، تذکرہ اکابر اہل سنت، لاہور، مکتبہ قادریہ، ص47

[16] مولانا سلطان احمد فاروقی، تذکرہ اولیاء چشت، ص263

[17] گانگوی، سید احمد الدین، القبس القامعہ فی جواب الشمس الامعہ، قلمی، اکبریہ لائبریری میانوالی، ش102

[18] گانگوی، سید احمد الدین، البرق السانیة فی جواز الجماعة الثانیة، قلمی، اکبریہ لائبریری میانوالی، ش103

[19] گانگوی، سید احمد الدین، نور الایمان فی تائید مذہب النعمان، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش101

[20] گانگوی، سید احمد الدین، زجر الاشقیاء عن اهانة الاصفیاء معروف بہ تصویر محبت، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش102

[21] گانگوی، سید احمد الدین، لوامع الضیاء فی علوم سید الانبیاء، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش103

[22] گانگوی، سید احمد الدین، السیوف العتابیہ علی انوف الوہابیہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش104

[23] گانگوی، سید احمد الدین، الشعلة الجباریتہ لاحراق مسجد آریہ، گانگوی لائبریری، قلمی، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش105

[24] گانگوی، سید احمد الدین، اسلامی بیت المال، دہلی، ہمدرد پریس، کوچہ چیلاں، س ن

[25] حاجی مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج2، ص332

[26] گانگوی، سید احمد الدین، القبس القامعہ فی جواب الشمس الامعہ، قلمی، اکبریہ لائبریری میانوالی، ش102، ورق1

[27] گانگوی، سید احمد الدین، ایقاظ الرقود فی اموال الہنود، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش107

[28] گانگوی، سید احمد الدین، فقرات شریف (فارسی)، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش108

[29] گانگوی، سید احمد الدین، حفاظت الایمان (تحقیق: عطا المصطفیٰ مظہری)، لاہور، کتاب محل، 2017ء، ص14

[30] ایضاً

[31] ایضاً

[32] ایضاً

[33] ایضاً

[34] ایضاً

[35] گانگوی، سید احمد الدین، مسئلہ قنوت نازلہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش115

[36] گانگوی، سید احمد الدین، السیوف القہار علی انوف الاشرار، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش117

[37] گانگوی، سید احمد الدین، رسالہ طلقات ثلثہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش119

[38] گانگوی، سید احمد الدین، فیصلہ نامہ شرعیہ، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش120

[39] گانگوی، سید احمد الدین، العقائد، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش118

[40] گانگوی، سید احمد الدین، احسن الاسلوب فی جواب المکتوب، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش121

[41] گانگوی، سید احمد الدین، تفسیر وما اھل بہ لغیر اللہ، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش122

[42] گانگوی، سید احمد الدین، ندائے غائبانہ، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش123

[43] گانگوی، سید احمد الدین، تکفیر المسلمین کے قوائد فقیہ، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش124

[44] گانگوی، سید احمد الدین، شمس الاسلام بھیرہ کے سوالات اور انکے جوابات، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش125

[45] گانگوی، سید احمد الدین، ابراد المعہود، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش162

[46] گانگوی، سید احمد الدین، زیارت قبور کے آداب، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش127

[47] گانگوی، سید احمد الدین، حیاۃ النبی ﷺ، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش128

[48] گانگوی، سید احمد الدین، مسئلہ حاضر وناظر، قلمی، گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش129

[49] سید احمد الدین گانگوی، اسلامی بیت المال 15,14

[50] ایضاً، ص18,17

[51] ایضاً، ص16

[52] ڈاکٹر لیاقت علی خان نیازی، تاریخ میانوالی، ص207

[53] مسکین، عبد الرحیم خان نیازی، سر گزشت مسکین، لاہور، بساط ادب، ستمبر1997ء، ص147

[54] محمد ریاض بھیروی، ریگزاروں سے لالہ زاروں تک، ص16

[55] سید احمد الدین گانگوی، الشعلۃ الجباریتہ لاحراق مسجد آریہ، قلمی گانگوی لائبریری، جامعہ شمس العلوم، میانوالی، ش105

[56] ایضاً

[57] سید احمد الدین گانگوی، ایقاظ الرقود فی اموال الہنود، قلمی، گنج بخش لائبریری، میانوالی، ش107

[58] دبیر، مولانا کرم الدین، ہدیہ الاصفیاء فی مسئلہ سماء الصلحاء، لاہور، مسلم پرنٹنگ پریس، س ن، ص5

[59] حاجی مرید احمد چشتی، فوز المقال فی خلفاء پیر سیال، ج2، ص243

[60] قلمی فتویٰ در مسئلہ نکاح، محررہ سید احمد الدین گانگوی